رسالہ مناظرہ میر سید شریف
(فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ)

ساجد صدیق نظامی*

یوں تو فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کی بنیاد، تاریخ، تدریس، ادبی خدمات پر مختلف زبانوں میں متعدد قابلِ قدر کام کیے جا چکے ہیں اور اس تاریخ ساز ادارے سے متعلق بہت سی نادر معلومات سامنے آتی رہی ہیں[1] لیکن اب بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اس ادارے سے متعلق ہونے کے باوجود سامنے نہیں آ سکی ہیں۔ اردو زبان و ادب کے تعلق سے اس کالج کی متعدد تصانیف ایسی ہیں جو مسودوں اور خطی نسخوں کی صورت میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کولکاتا کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔[2] نیز شعبۂ ہندوستانی کے علاوہ مشرقی زبانوں کے شعبوں پر بھی خاطر خواہ کام سامنے نہیں آ سکا ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے تعلق سے ایک ایسا ہی رسالہ جو ابھی تک شائع ہو کر سامنے نہیں آ سکا، بعنوان 'رسالہ مناظرہ میر سید شریف' باڈلین لائبریری، یونیورسٹی آف اوکسفرڈ میں خطی نسخے کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ مختصر سا رسالہ کالج کے باقاعدہ تصنیفی و تالیفی کام کا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔ اندازہ ہوتا ہے کہ اسے کمپنی کے انگریز افسر اور کالج کے طالب علم جوناتھن ہنری لوِٹ Jonathan Henry Lovett (۱۸۰۵ء۔ ۱۷۷۹ء) کی ذاتی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مترجم شعبۂ فارسی کے منشی مظہر علی ہیں جو شعبۂ ہندوستانی کے منشی مظہر علی وِلاؔ سے مختلف شخصیت ہیں۔ اس مضمون میں پہلے اس خطی نسخے، بعد میں فرمائش کنندہ اور مترجم کا مختصر تعارف درج کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں رسالے کا متن، ترتیب دے کر مضمون کا حصہ بنایا گیا ہے۔ آخر میں متن میں در آنے والے مشکل لغات اور چند اصطلاحات کے معانی بھی بصورتِ فرہنگ شامل کیے گئے ہیں۔

'رسالہ مناظرہ میر سید شریف' کا یہ مخطوطہ MS. Ind. Inst. Urdu 22 کے اندارج نمبر کے تحت باڈلین لائبریری، یونیورسٹی آف اوکسفرڈ میں محفوظ ہے۔ کارڈ کیٹیلاگ میں اس کا عنوان درج نہیں ہے بلکہ 'Awaits Description' کے تحت شمار کیا گیا ہے۔ سرخ رنگ کی بوسیدہ چرمی جلد ہے جو امتدادِ زمانہ کے

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارۂ زبان و ادبیاتِ اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ واٹس ایپ نمبر: ۰۳۳۴-۴۱۷۶۶۳۴

باعث پیلاہٹ مائل ہو چلی ہے۔ جلد کے اندر لگی چیپی کے مطابق یہ مخطوطہ ۱۹۰۶ء میں انڈین انسٹیٹیوٹ، یونیورسٹی آف اوکسفرڈ کو کپتان سینٹ جان کی جانب سے عطیہ کیا گیا تھا۔ انڈین انسٹیٹیوٹ کے خاتمے پر اس کا تمام ذخیرۂ کتب باڈلین لائبریری میں شامل کر دیا گیا۔ لہٰذا اب یہ مخطوطہ وہیں محفوظ ہے۔ ساڑھے انیس سینٹی میٹر لمبائی اور ساڑھے تیرہ سینٹی میٹر سائز کے کل ۲۲ اوراق ہیں۔ نسخہ خوش خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ۸ سطور فی صفحہ ہیں۔ ترقیمے کی روشنی میں کاتب کا نام نہال چند ہے۔ یہ وہی نہال چند معلوم ہوتے ہیں جو 'مذہب عشق' کے مصنف ہیں۔ نیز ترقیمے کی عبارت سے خطی نسخے کے لکھے جانے کا سن متبادر نہیں ہوتا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۸۰۲ء یا ۱۸۰۳ء میں تصنیف اور کتابت کیا گیا ہوگا۔ عبارت اس طرح سے ہے:

> یہ کتاب آٹھویں تاریخ اپریل کی، بندۂ درگاہ، نہال چند کے خط سے، بموجبِ حکم، صاحبِ والا مناقب، فیاضِ زمان، دست گیرِ درماندگان، جوناتھن لوِٹ صاحب بہادر دام اقبالہٗ کے، تمام ہوئی۔ (ورق ۲۲الف)

متن میں اعراب اور سکتہ وختمہ کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ متعلقہ مقامات پر یہ نشانات سرخ روشنائی سے لگائے گئے ہیں۔ الف ممدودہ کی مد کو بھی سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ سکتہ کے لیے تین نقاط اور ختمہ کے لیے چار نقاط کے نشانات اپنائے گئے ہیں۔ 'ٹ'، 'ڈ' کو ممیز کرنے کے لیے 'ت' اور 'د' پر چھوٹی سی لکیر لگا دی ہے۔ بیشتر جگہوں پر یاے معروف و مجہول میں فرق روا رکھا گیا ہے گو کہ کچھ مقامات پر ایسا نہیں بھی ہے۔

یہ رسالہ جوناتھن لوِٹ کے لیے ترجمہ کیا گیا تھا۔ ان کا مکمل نام جوناتھن ہنری لوِٹ Jonathan Henry Lovett تھا۔ ۱۳ اپریل ۱۷۷۹ء میں ریورنڈ ورنے لوِٹ Reverend Verney Lovett (۱۷۵۲ء۔۱۸۲۵ء) اور فرانسس میری جویس Frances Mary Gervais کے ہاں سالبری، بکنگھم شائر (Soulbury, Buckinghamshire) انگلستان میں پیدا ہوئے۔ والدٹرنٹی کالج، کیمبرج سے فارغ التحصیل تھے۔[۳]

جوناتھن لوِٹ کا تعلق ایسٹ انڈیا کمپنی کی بمبئی پریذیڈنسی سے تھا۔ ۱۷۹۶ء میں انھیں بطور 'رائٹر' Writer کمپنی کا حصہ بنایا گیا تھا۔ تقرری کا پروانہ ملنے کے بعد ۲۶ جون ۱۷۹۶ء کو برطانیہ سے کمپنی کے تجارتی بحری جہاز 'مالا بار' پر سوار ہوئے اور ۲۰ جنوری ۱۷۹۷ء کو بمبئی پہنچے۔[۴] Annals of the College of Fort William کے متعدد اندراجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوِٹ، کالج کے اولین طالب علموں میں سے تھے۔ دسمبر ۱۸۰۱ء میں منعقد ہونے والے دوسرے امتحان میں عربی، فارسی میں اول اور ہندوستانی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ عربی اور فارسی میں تمغہ اور ۱۵۰۰ روپے کا انعام حاصل کیا۔ ہندوستانی میں بھی تمغہ اور ایک ہزار روپے کا انعام حاصل کیا۔[۵] فارسی

لکھائی میں دوم اور ناگری رسم الخط کی لکھائی کے امتحان میں سوم رہے۔ جوناتھن لوِٹ کی تعلیم ۱۸۰۲ء میں مکمل ہوئی اور انھیں ۳۰ مارچ ۱۸۰۳ء کو ڈگری آف آنرز (فارسی، عربی، ہندوستانی) سے نوازا گیا۔[۶]

۶ فروری ۱۸۰۲ء کو Public Disputation میں شریک ہوئے اور فارسی زبان میں اپنے موضوع 'استقرار مدرسہ دو ملک ہندوستان ہم سرکار انگریز و ہم اہل ہند را موجب فوائد وافرہ باشد'/ An Academical Institution in India, is Advantageous to the Natives and to the British Nation کا کامیاب دفاع کیا۔ کالج کے عربی کے پروفیسر لیفٹیننٹ جان بیلی John Baillie اس سرگرمی کے ماڈریٹر تھے۔[۷] یہ مقالہ فارسی وانگریزی، ہر دو زبانوں میں Essays by the Students of the College of Fort William in Bengal, 1802 میں دیکھا جاسکتا ہے۔[۸] تعلیم مکمل ہونے کے بعد انھیں ایران میں تعینات کر دیا گیا۔ جہاں وہ بوشہر کے ریذیڈنٹ ہوگئے۔ بوشہر میں ہی ان کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۸۰۵ء میں دوران علالت ہی انگلستان روانہ ہوئے اور دورانِ سفر جواں عمری میں انتقال کر گئے۔[۹] لوِٹ نے برطانیہ سے ہندوستان آمد کے دوران بحری سفر کا ایک مختصر احوال بھی قلم بند کیا تھا۔ ہندوستان آمد کے بعد یہ روزنامچہ انھوں نے اپنے والد کو بھجوا دیا۔ یہ سفر نامہ /روزنامچہ ڈلہوزی یونیورسٹی، نووا سکوٹیا، کینیڈا Dalhousie University, Nova Scotia, Canada کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ کچھ عرصہ قبل کارل اینڈرسن Carl Anderson نے اسے مرتب کر کے A Voyage to India 1796-1797, The Sea Journal of Jonathan Henry Lovett کے عنوان سے شائع کروا دیا ہے۔

مظہر علی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتی ہیں۔ شعبۂ ہندوستانی کے مظہر علی وِلاؔ تو کالج کی معروف شخصیات میں سے ہیں مگر ان مظہر علی کے بارے میں مآخذ خاموش ہیں۔ سِسِر کمار داس کی کتاب Sahibs and Munshis سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مظہر علی شعبۂ فارسی کے منشی تھے۔ داس کے مطابق انھیں ۴ مئی ۱۸۰۱ء کو کالج کی ملازمت میں لیا گیا۔[۱۰] جوناتھن لوِٹ بھی شعبۂ فارسی کے طالب علم تھے۔ اس اشتراک سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شعبۂ فارسی کے منشی، مظہر علی نے ہی یہ رسالہ جوناتھن لوِٹ کی فرمائش پر اردو میں منتقل کیا ہوگا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۸۰۲ء یا ۱۸۰۳ء میں تصنیف اور کتابت کیا گیا ہوگا۔ مظہر علی ۴ مئی ۱۸۰۱ء کو کالج میں ملازم ہوئے۔ اس رسالے کی کتابت ۸ اپریل کی ہے۔ اس باعث ۱۸۰۱ء کا قیاس تو مشکل ہے۔ جوناتھن لوِٹ کی تعلیم ۱۸۰۲ء میں مکمل ہوئی اور انھیں ۳۰ مارچ ۱۸۰۳ء کو ڈگری آف آنرز سے نوازا گیا۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے ۱۸۰۲ء یا ۱۸۰۳ء کے سنین میں سے کسی ایک میں اسے ترجمہ و کتابت کیا گیا ہوگا۔

سطورِ بالا میں درج ہوا ہے کہ اس رسالے کی کتابت نہال چند نے کی ہے۔ یہ وہی نہال چند معلوم ہوتے ہیں جو 'مذہبِ عشق' کے مصنف ہیں۔ نہال چند فورٹ ولیم کالج کے باقاعدہ ملازمین میں شامل نہیں تھے گو کہ ان کا رابطہ جان بارتھ وِک گلکرسٹ سے رہتا تھا۔ انھوں نے 'مذہبِ عشق' بھی گلکرسٹ کی فرمائش ہی پر قلم بند کی تھی اور کالج انتظامیہ کو پیش کی تھی۔"یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مترجم اور کاتب، جو ناتھن لِوٹ سے براہ راست رابطے میں رہتے تھے۔

مظہر علی کے متعلق معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ انھوں نے اپنے متعلق چند ایک معلومات اسی رسالے کے آغاز میں درج کی ہیں۔ ان معلومات کی مدد سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فورٹ ولیم کالج کی ملازمت میں آنے سے پہلے نواب تفضل حسین خان بہادر کے متوسل تھے۔[۱۲] نیز انھی کے توسط سے بعض انگریز اہلکاران کو تعلیم دیتے رہے تھے۔ تا آنکہ انھیں فورٹ ولیم کالج میں بلا لیا گیا۔

میر سید شریف جرجانی، علم منطق، فلسفہ، میں کاملینِ فن میں سے ہو گزرے ہیں۔ ان کا مکمل نام زین الدین ابو الحسن علی بن محمد بن علی الحسینی جرجانی تھا۔ میر السید الشریف/میر سید شریف کے نام سے معروف ہوئے۔ استر آباد، گورگان کے قریب ایک گاؤں میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ/فروری ۱۳۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ عہدِ تیموری کے نامور عالم و مصنف تھے۔ امیر تیمور کے دربار میں سعد الدین تفتازانی سے علمی مجادلے رہے، جن میں میر سید شریف کا پلڑا بھاری رہا۔ شیراز میں ۶ ربیع الثانی ۸۱۶ھ/جولائی ۱۴۱۳ء کو انتقال کر گئے۔ قرآن، حدیث، فلسفہ، منطق، قانون، فقہ، ریاضی، فلکیات، تصوف کے علوم میں ان سے پچاس سے زائد کتب یادگار ہیں۔[۱۳]

انسائکلوپیڈیا برٹینیکا میں میر سید شریف کا مختصر تعارف یوں بیان ہوا ہے:

> Jurjāni, al-, in full ‘Ali Ibn Muhammad Al-Jurjāni, also called As-Sayyid Ash-Sharif (b. 1339, Taju, near Astrabad, Iran---d. 1413, Shiraz), leading traditionalist theologian of 15th-century Iran. Jurjāni received a varied education, first in Harat and then in Egypt. He visited Constantinople in 1374, and, upon his return in 1377, he was given a teaching appointment in Shiraz. In 1387 Shiraz fell to Timur, the famous central Asian conqueror, and Jurjāni, whose fame as a teacher and scholar had reached its height, was taken to

Timur's capital of Samarkand. He stayed in Samarkand until Timur's death in 1405, when he returned to Shiraz. Most of Jurjāni's scholarly work was written in Arabic. Of his 31 extant works and commentaries, the best-known work is the Kitab at-ta'rifāt ("Book of Definitions"), a short dictionary of technical terms from theology, philosophy, and philology.[14]

رسالہ مناظرہ میر سید شریف میں زبان و بیان کے حوالے سے کوئی قابلِ ذکر نکتہ سامنے نہیں آتا۔ تمہیدی عبارت میں اس زمانے کے رائج چلن کو ترجیح دی گئی ہے۔ جہاں سے ترجمے کی عبارت شروع ہوتی ہے وہاں سے طرزِ بیان خاصا تبدیل ہو گیا ہے۔ گو جملے طویل ہیں اور کہیں کہیں اس باعث تعقیدِ معنوی بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر مترجم زیرِ بحث نکتہ بیان کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ جملے کی ساخت بھی اکثر جگہ اردو کے مزاج سے ہٹی ہوئی ہے اور زبان کی قدامت بھی جھلکتی ہے لیکن یہ کوئی ایسے اوامر نہیں ہیں جن کے سبب خواندگی میں دقت پیش آئے۔

ذیل میں 'رسالہ مناظرہ میر سید شریف' کا متن ترتیب دیا گیا ہے۔ متن ترتیب دیتے ہوئے املا کے رائج چلن کی پابندی کی گئی ہے۔ بہتر تفہیم کے لیے رموزِ اوقاف بھی اضافہ کر دیے گئے ہیں نیز متن کو پیراگراف میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح منطق و مناظرہ کی اصطلاحات کو امتیاز کی خاطر واوین میں لکھا گیا ہے۔ دو ایک مقامات پر جملوں کو مربوط کرنے کے لیے تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ ایسے مقامات پر بڑی قلابین [] کا استعمال کیا گیا ہے۔ متن کے اختتام پر مختصر سی فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے۔

رسالہ مناظرہ میر سید شریف

اس ذاتِ ذوالجلال کی کیوں کر کروں ثنا — لا اُحصی جس کے حق میں محمد نے خود کہا

پڑھ کر درود روحِ نبی پر بصد نیاز — مِن بعد اس کے اب میں کروں عرضِ مدّعا

اوپر غوّاصانِ عُمّانِ فصاحت و بلاغت اور دقیقہ رسانِ دبستانِ فطانت و کیاست [کیاسَت] کے مخفی اور مُحتَجب نہ رہے کہ یہ خاک پائے بندگانِ خداوندِ لم یزلی، مسمی بہ عاصی مظہر علی، اپنے بدؤ شعور سے اکثر فاضلانِ نام آورانِ

ہندوستان کے خرمنِ علوم سے خوشہ چینی کر کے نوبت اخیر ہیچ جناب مغفرت مآب، فرید دہر، وحید عصر، ید بیضاے موسیٰ علم و فضل، بند کشاے عقدۂ مالا ینحل، پیر مغ خم خانۂ معقول و منقول، فروغ بخش کاشانۂ فروع و اصول، چمن طراز ریاضِ ریاضی و مناظرہ، نقش پرداز نگار خانۂ لاتینی و جبر مقابلہ، سر آمدِ عقلاے روزگار، سرِ حلقۂ امراے نام دار، نواب تفضل حسین خان بہادر کے، کہ ذات جامع الکمالات اس بر گزیدہ صفات کی، بسانِ مہر تاباں ہر ایک کہ و مہ پر عیاں ہے، شرح چغمنی وغیرہ کتب درسی سیں فراغت حاصل کر کے وسیلے سے اس فخر دوراں کے، تعلیم میں بعضے صاحبانِ عالی شان کے یک چند متعلق رہا۔

آخرش انقلاب لیل و نہار سے، بعد برہم کھانے اس سرشتہ روزگار کے، چندے اتفاق بے کار بیٹھنے کا ہوا تھا کہ اس عرصے میں حکم عمدہ، صاحبانِ والا شان، زبدۂ امرایانِ انگلستان، خُدیو والا شکوہ، گیہاں بارگاہ، زیب دہِ دَیہیم دولت و جاہ، صاحب السیف والقلم، دستورالاعظم، گورنر جنرل مارکویس لارڈ مار نگٹن صاحب بہادر کا، واسطے تیاریِ مدرسہ اور تحصیل علم صاحبان والا شان کے صادر ہوا۔ بختِ یاور نے بہانۂ تعلقِ سرشتہ منشی گریِ مدرسہ، درمیاں لاکے، خدمت میں مہرِ سپہر فتوت و ہمم، مجدد دینِ عیسیٰ مریم، سرِ دفترِ صاحبِ ہنرانِ فرنگ، سر حلقۂ محفلِ دانش و فرہنگ، اخترِ برج شوکت و اقبال، گوہرِ دُرجِ حشمت و اجلال، گلِ گلذارِ اہلیت، تَدَروِ کہسارِ قابلیت، ناقدِ جواہرِ اہلِ ہنر، سُمُوّالقدر، والا گہر، خداوندِ نعمت، عالی حسب، جوناتھن لوٹ صاحب کے متعین کیا۔ زبان یاری نہیں دیتی ہے کہ کچھ مدح اس ممدوح کی اوپر صفحۂ بیاں کے لاویں۔ شعر:

کیا ہے غرض قادرِ لم یزل	اسے اپنے ہم چشموں میں بے بدل
بیاں کیا کروں اس کا عز و جلال	ہے چرخ کرامت کا ماہِ کمال
نمود اس کے چہرے سے ہے دم بدم	سخاوت شجاعت مروّت کرم
یہ دنیاے فانی میں یا کِردگار	رہے ان صفاتوں سے وہ برقرار

ایک روز اس ممدوح نے بعد در پیش آنے والے بحث و مباحثہ، درمیان صاحبانِ عظیم الشان کے، زبان گوہر فشاں سے اس ہیچ مداں کو ارشاد کیا کہ رسالہ مناظرہ میر سید شریف میرے واسطے زبانِ ہندی میں ترجمہ کیا چاہیے۔ اس جگہ سے کہ بجالانا امر خداوند کا، مقدم اوپر جمیع مُہِمّ کے ہے، بہ جد و جہد تمام اس ترجمہ کو مع شے زائد انصرام میں پہنچایا۔ امیدوار، صاحبانِ اولوالابصار سیں ہوں کہ اگر کہیں سہو ہووے، صحیح کرنے میں دریغ نہ فرماویں۔ و باللہ العصمت والتوفیق۔

جاننا چاہیے اس باب کو کہ معنیِ بحث، از روے لغت کے، تفتیش اور جست جو کرنی ہے اور اصطلاح میں علماؤں کی، ایک حکم تیں [تیئں] ثابت کرنا ہے بہ دلیل۔ و معنیِ لغوی 'مناظرے ' کے، بایک دیگر نظر کرنا ہے۔ و بہ اعتبار اصطلاح کے، نظر کرنا متخاصمین کا، بیچ ایک حکم یا مسئلہ کے اس فصد [قصد] پر، کہ صَواب اس حکم یا مسئلہ کا دریافت کریں اور معنی 'مجادلے' کے لغت میں، بایک دیگر خصومت کرنی ہے و بحسب اصطلاح کے نِزاع کرنا ہے دو مخالفین کا، نہ واسطے اظہارِ صَواب کے، بلکہ واسطے الزامِ خصم کے۔

معنی 'مکابرے' کے لغت میں باہم تکبر کرنا ہے اور من حیث اصطلاح کے، منازعت کرنا ہے دو شخص کا، نہ واسطے صَواب کے نہ الزام کے، بلکہ واسطے تفوّق کے۔ یہ دونو ضد ہیں مناظرے کے۔ و معنیِ لغوی 'نقل' کے، لے جانا ایک چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ اور بیچ اصطلاح کے، لانا قول غیر کا اس طور پر کہ قولِ غیر، از روے معنی کے جس طور پر ہے اور شرط ہے، اظہار اس بات کا کہ یہ قول غیر کا ہے۔ و معنی 'تصحیح نقل' کے، بیان کرنا صدقِ نسبت کا، طرف منقول عنہ کے۔ و 'دعویٰ' نام ہے اس قضیے کا کہ مقصود ہووے ثابت کرنا اس کا بہ دلیل۔ اور جو چیز کہ مرکب ہووے دو قضیے سے، واسطے پہچاننے طرف مجہول نظری کے، اس کو 'دلیل' کہتے ہیں۔

پس اگر ذکر کیا جاوے اُس مرکب کو واسطے دور کرنے خفاے بدیہی غیر اولیٰ کے، نام رکھا جاتا ہے اس مرکب کا اس ہنگام 'تنبیہ' ۔ مثلاً جس وقت دعویٰ کیا کسی ایک متکلمین [متکلم] نے کہ کوئی ایک حقیقت، حقیقتوں سے اشیا کی، ثابت ہے۔ پس کہے سوفسطائی کہ کس 'تنبیہ' اور کس 'دلیل' سے دلیل لاوے متکلم کہ مشاہدہ اشیا کا، شاہد اس معنی پر ہے۔ اس 'دلیل' کو 'تنبیہ' کہتے ہیں۔ و تقریب باعتبار اصطلاح کے دلیل لانی ہے، اس طور سے کہ مُستَلزِم ہووے مطلب کے تیئں۔ و 'تعلیل' نام ہے بیان کرنا علت شے کی۔ اور جو چیز کہ محتاج ہو طرف اس کے، ایک شے اپنی ماہیت یا وجود میں، اس چیز کو تعبیر بہ 'علت' کرتے ہیں و معنی اصطلاحی 'ملازمے' کے چاہنا ہے، ایک حکم کا دوسرے حکم کے ہونے کو۔ جیسا کہ طلوع آفتاب مستلزم ہے وجودِ صبح کو۔ و معنی 'نَقُض' کے لغت میں، توڑنا ہیں۔ و باعتبار اصطلاح کے باطل کرنی ہے دلیل معلّل کی۔

اور واسطے بحث کے تین جز ہیں، 'مبادی' و 'اوساط' و 'مقاطع'۔ 'مبادی' نام ہے مدّعا کے تعین کرنے کا، جس وقت مدعا میں پوشیدگی ہووے۔ اس لیے کہ اگر تعیّنِ مدّعا نہ کرے تو معلوم نہ ہونے کا کہ یہ دلیلِ معلّل آیا مثبت ہے اس مدّعا کو یا نہیں۔ 'اوساط' نام ہے ان دلیلوں کا کہ بعد ذکر کرنے مدّعا کے لاتے ہیں۔ اور سبب وسط کہنے کا یہ ہے کہ مؤخر ہیں مدّعا سے اور مقدّم ہیں اس چیز سے کہ جس کی طرف بحث تمام ہووے۔ 'مقاطع' اس مقدمات کو کہتے ہیں کہ جس کی طرف بحث تمام ہوتی ہو۔ مثلاً بدِیہیّات اور ظَنّیات، جو ثابت ہیں نزدیک معترض کے، جیسا کہ دَور

وتسلسل اور اجتماعِ نقیضین ہے۔ جو شخص کہ پیروی میں اس بات کی ہو کہ اس حکم یا مسئلہ کو بہ دلیل ثابت کرے، اس کو مُعَلِّل اور مدّعی اور مُستَدِل کہتے ہیں لیکن فرق درمیان معلل اور متدل کے یہ ہے کہ اگر مطلب کو ثابت بہ 'دلیلِ اِنّی' کرے یعنی معلول سے دلیل پکڑے اوپر علت کے، اس کو متدل وا گر ثابت بہ 'دلیلِ لمی' کرے یعنی علت سے دلیل پکڑے اوپر معلول کے، اس کو مدلل [معلل] کہتے ہیں اور جو کہ نافی اس حکم کا ہو، نام اس کا مانع اور مُناقِض رکھا جاتا ہے۔ معنے ان ہر ایک الفاظ کے ان شاءاللہ آگے معلوم ہوویں گے۔

کدھی اصطلاح، بحث کے تئیں بھی بہ معنی مناظرہ استعمال کرتے ہیں۔ جو شخص کہ ارادہ رکھتا ہو مناظرے کا، ضرور ہے اس کو کہ آداب سے اس کے مطلع ہو۔ اس لیے کہ رعایت ان آداب کی، باز رکھتی ہے اسے خطا سے بحث میں اور مدد کرتی ہے بوجھنے اور بوجھانے میں۔ پس بیچ اس ترجمے کے، ان آداب اور اصطلاحات کے تئیں کہ علماؤں نے مقرر کیا ہے، لاتا ہوں تا کہ جو کوئی کہ طالب اس فن کا ہے اس کو مطالعہ سے اس کے بہرہ حاصل ہووے۔

بعد دریافت ان مقدمات کے، متنبّہ ہوا چاہے [چاہیے] اس بات سے، کہ جو شخص پیروی کرتا ہو اس بات کی کہ ایک مطلب کے تئیں بہ دلیل ثابت کرے۔ جب لگ کہ بیانِ مذاہب اور اقوال اور شرح لغوی اور اصطلاحی کہ اس مطلب میں درکار ہیں، ادا کرتا ہے، تب لگ اسے کچھ نہ کہا جائے مگر طلبِ 'تصحیح نقل' اس طرح کہ پوچھے اس کو کس نے کہا ہے اور کہاں کہا ہے۔ بعد اس کے جب دلیل، اوپر ثبوتِ مطلوب کے بیان کرے، اس ہنگام میں معترض کو [حق] پہنچتا ہے کہ ایک مقدمے معیّن پر اس دلیل کے، یا ہر ایک مقدمات پر منع کرے۔ یعنی کہے اس سے، کہ دلیل اس مقدمے پر لاؤ۔ اس طلبِ دلیل کو 'منع' اور 'مناقضہ' اور 'نقض تفضیلی' کہتے ہیں۔ اور مراد 'مقدمے' سے یہاں وہ قضیہ ہے کہ دلیل اس سے ترکیب پائی ہو۔ اس حالت میں خصم کو 'سائل' اور 'مانع' اور 'مناقض' کر کے تعبیر کرتے ہیں اور عبارت اس کی 'لانُسَلِّم' ہے یعنی کہے کہ ہم اس مقدمے کو نہیں مانتے ہیں۔

معترض کو اس منع کرنے میں احتیاج، شاہد اور دلیل کی نہیں ہے۔ اگر کچھ واسطے تقویت 'منع' کے کہے تو جائز ہے اور اس تائید کو اصطلاح میں اس فن کے 'سند منع' کہتے ہیں۔ یہ بات مثال سے آگے واضح ہووے گی لیکن یہ درست نہیں ہے معترض کے تئیں، کہ 'مقدمۂ ممنوعہ' کے بطلان پر اس وقت دلیل لاوے۔ اس واسطے کہ دلیل لانی منصب ہے معلل کا۔ پس اگر سائل دلیل بیان کرے تو مقدمہ بالعکس ہو جاوے۔ یعنی لازم آوے غضب [غصب] کرنا منصب غیر کا اور یہ درست نہی [نہیں] ہے مگر نزدیک بعضے کے۔ اور جس وقت کہ معلل 'مقدمۂ ممنوعہ' کے ثبوت پر دلیل لاوے، اس ہنگام میں معترض کو مقابل اس کی دلیل کے، دلیل لانی پہنچتی ہے۔ اور اگر خصم 'مقدمۂ

معیّنہ ' کو منع نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ یہ دلیل تمھاری بہ جمیع مقدمات صحیح نہیں ہے، اس میں خلل ہے۔ اصطلاح میں علم مناظرہ کے، اس کو 'نقضِ اجمالی' کہتے ہیں۔

اس وقت معترض کو ضرور ہے کہ اس خللِ دعویٰ پر شاہد لاوے۔ اور اس شاہد لانے کے دو طریق ہیں۔ طور اول یہ ہے کہ کہے مستدل سے، اس کلام میں تمھارے محال لازم آتا ہے اور جو چیز کہ مستلزم ہو محال کو، وہ محال ہے۔ دوسرا طور یوں کرے ہے، اس سے کہے کہ یہ دلیل تمھاری فلانی صورت میں جاری ہے اور وہاں یہ حکم نہیں ہے۔ یہ دونو طریق عن قریب مثال سے ظاہر ہوویں گے۔ اگر خصم دلیل پر شے معیّن یا غیر معیّن کے معترض نہ ہووے بلکہ دلیل بیان کرے اوپر نقیضِ مدّعا کے، اس کو 'معارضہ ' کہتے ہیں۔ طریق اس کا یوں کرے ہے، کہے مخالف مُدلِّل سے کہ یہ دلیل تمھاری اگرچہ دلالت کرتی ہے، اوپر ثبوت تمھارے مطلب کے، لیکن میرے نزدیک بھی ایک دلیل ہے کہ وہ دلالت کرتی ہے اس کے نقیض پر۔ پس اس وقت دونو منصب منعکس ہوویں گے یعنی معلل، معترض اور معترض، معلل کہلاوے گا۔

اور اس معارضے کے تین قسم ہیں۔ 'معارضہ بالقلب'، 'معارضہ بالمثل'، 'معارضہ بالغیر'۔ 'معارضہ بالقلب' اس کو کہتے ہیں کہ دلیل دونو کی ایک ہووے مادہ اور صورت میں، یعنی اجزا و ہیئت میں۔ مثلاً جس وقت کہ مسئلہ میں مسح سر کے، کہا شافعی نے کہ ملنا تر ہات سے ایک بال یا دو بال سر کا، مسح سر ہے اور حنفی، کلامِ شافعی کے نفی میں اس طرح سے کہا کہ ملنا، تر ہات سے ایک بال یا دو بال سر کا، مسحِ سر نہیں ہے اور دلیل اس پر گذرانی کہ اس لیے کہ ملنا تر ہات سے سر کو، ایک رکن ہے ارکان وضو سے، پس تر ہات ذرہ سر کو لگانے سے مسحِ سر نہ کہلاوے گا جیسا کہ بعضے چہرے پر پانی ڈالنے سے غسلِ وجہ نہیں کہلاتا ہے۔ پس شافعی مذہب معارضے کے طور سے کہے کہ ملنا تر ہات کا سر پر، ایک رکن ہے ارکان وضو سے، پس چوتھائی سر پر بھی تر ہات ملنے سے چاہیے مسحِ سر نہ کہلاوے جیسا کہ چوتھائی منھ کے دھونے پر اطلاق منھ دھونے کا نہیں کرتے۔ اس صورت میں دونو کی دلیل از روے مادہ اور صورت ایک ہووے گی۔

اور 'معارضہ بالمثل' اس کو کہتے ہیں کہ دلیل دونو کی ایک ہووے صرف صورت میں اور مختلف ہووے ز روے مادے کے۔ مثلاً دعویٰ کیا ایک مدّعی نے کہ عالم، حادِث ہے یعنی جو چیز کہ سواے ذاتِ خدا کے ہے، بعد عدم کے وجود ہوئی ہے۔ اور اس دعویٰ پر دلیل بیان کی، اس لیے کہ عالم محتاج ہے طرف مؤثر کے۔ یعنی اپنے وجود میں محتاج ہے طرف علّت کے اور جو چیز محتاج ہے طرف مؤثر کے، وہ حادث ہے۔ پس عالم بھی حادِث ہے۔ معارض کہے مقابل

میں اس دلیل کے کہ عالم بے نیاز ہے مؤثر سے اور جو چیز کہ بے نیاز ہے مؤثر سے، وہ قدیم ہے۔ پس عالم قدیم ہے۔ اس مثال میں صورت، دونو دلیل کی ایک ہے۔ اس واسطے کہ ایک ضرب سے پہلی شکل کی دونو دلیلیں ہیں۔

'معارضہ بالغیر' اس کا نام ہے کہ دلیل دونو کی صورت یا مادہ کسی جہت سے، ایک نہ ہو۔ مثلاً اسی مثال میں جس وقت کہ معارض، مقابلِ دلیلِ مدّعی، یوں بیان کرے کہ اگر عالم حادث ہووے تو چاہیے کہ نہ مستغنی ہو اور تحقیق مستغنی ہے، پس حادث نہیں ہے۔ اس تقدیر میں 'معارضہ بالغیر' ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ یہ دلیل 'قیاس استسنائی' [استثنائی] ہے اور دلیلِ اول 'قیاس اقترانی' ہے۔ مُلخّص، مجموعۂ بحث کا یہ ہے۔

اور جو چیز کہ بہ حسبِ ظاہر خارج ان امور وں سے معلوم ہوتی ہو، وہ واقع میں رجوع ایک ان امور وں کی طرف کرے گی۔ یہ سب مسائل، سوائے تین قسم کے معارضے کے، جو اوپر مذکور ہو چکے، سو اس مثال سے ہر ایک واضح ہوویں گے۔ مثلاً اگر کوئی دعویٰ اس بات کا کرے کہ لفظ 'صہ' اسم ہے اور مراد اسم سے بیچ اصطلاح نحات کے، کلمہ ہے کہ اپنے معنی کے سمجھانے میں محتاج غیر کا اور شامل زمانے ماضی اور حال واستقبال کو نہ ہو، خواص اس کے سے ہے۔ داخل ہونا 'لام تعریف' اور 'تنوین' کا۔ اس ہنگام میں خصم کو بحث کرنی پہنچتی ہے۔ اس طرح سے کہ کہے کلام نحوی سے اس اصطلاح پر 'نقل' ظاہر کر۔ بعد اس کے مُدلِّل، دلیل کو شروع کرے اور کہے کہ 'صہ' اسم ہے اس جہت سے، کہ مدخول تنوین کا ہے اور جس پر تنوین داخل ہو، وہ اسم ہے۔ اس جگہ خصم کو پہنچتا ہے کہ ایک مقدمے پر یا ہر ایک مقدمے پر 'منع' کرے لیکن بہتر یوں ہے کہ بعد تمام ہونے مقدمات کے، منع کرے۔

پس بیچ مثال مذکور کے 'منع کبریٰ' میں کہے، کہ نہیں تسلیم کرتے ہیں ہم اس بات کو کہ مدخول تنوین کا ہو۔ سو، اسم ہے اور [ہو] سکتا ہے کہ اس پر بھی کچھ بات زیادہ کرے کہ اس لیے اسے دلیل لانی واجب نہیں اور اختیار ہے اس کو اس بات کا، کہ 'تقویتِ منع' کے واسطے سَنَد ذکر کرے اور کہے کہ بعضے مدخولات تنوین کے، اسم نہیں۔ بلکہ فعل یا حرف پر بھی کبھی تنوین آتی ہے جیسا کہ 'اصاباً' فعل ہے ساتھ تنوین کے۔ اس 'تقدیر' پر مُعلِّل کو لازم ہے کہ تخصیص تنوین کی اسم میں ثابت کرے اور نہ چاہیے کہ 'بطلانِ سند' پر جواب کہے، مگر جس ہنگام کہ 'سندِ مساوی'، 'منع' کی ہووے بایں معنی کہ اس 'منع' کا سوائے اس سند کے دوسری سند نہیں ہے۔ اس وقت 'ابطالِ سند' پر جواب کہنا، مضائقہ نہیں۔

جیسا کہ متکلم قول حکیم کے تئیں کہ کل مُتغیر حادِث منع کرے اس طرح سے، کہ جائز ہے بعضے متغیر قدیم ہووے اور سند لاوے اس طور سے، کہ نہیں ہے ہر ایک متغیر حادث۔ اس صورت میں سند 'مساوی منع' کی ہو گی۔ پس کہے معلل بیچ 'اثباتِ کبریٰ ممنوعہ' کے، مثلاً کہ یہ تنوین واسطے اکثر معنی کے آتی ہے کہ وہ معنی سوائے اسم کے

دوسرے میں درست نہیں ہے، جیسا کہ کتبِ نحو میں مبَیَّن ہے اور جو چیز کہ موضوع واسطے ان معانی کے ہے، وہ سوائے اسم کے، دوسرے میں داخل نہ ہو گی۔ پس سائل کے تیئں پہنچتا ہے کہ اس دلیل اور اس کے مقدمات سے اس عمل میں درپیش آوے کہ جو اصل دلیل اور اس کے مقدمات ساتھ درپیش آیا تھا۔

پس اس ہنگام میں خصم [کہہ] سکتا ہے کہ دلیل لاوے اوپر بطلانِ 'مقدمۂ ممنوعہ' کے اور معارضہ کرے ساتھ مقدماتِ دلیل کے، درمیان اصطلاح کے۔ اس کے تیئں 'مناقض علیٰ سبیل المُعارَضہ' کہتے ہیں یا 'نقض اجمالی' کرے اس کو 'نقض تفضیلی علی سبیل الاجمال' کہتے ہیں یا 'نقض تفضیلی' کرے اور مناسب نہیں ہے 'مانع' کے تیئں، کہ امرِ بدیہی یا عقلی میں منع کرے۔ اور خصم کو پہنچتا ہے مثالِ مذکور میں 'مقدمۂ معینہ' پر اصل دلیل کے منع نہ کرے، بلکہ یوں کہے کہ یہ دلیل تمھاری بہ تمامہ صحیح نہیں۔ اس وقت واجب ہے معترض پر کہ کہے یہ دلیل بعینہٖ 'اصاباً' میں جاری ہے اور حکم، اسم ہونے کا اس میں نہیں ہے۔ یا کہ کہے اس دلیل سے لازم آتا ہے محال۔

وہ محال یہ ہے کہ 'اصاباً' اس محل میں فعل ہے اور چاہیے کہ فعل نہ ہووے، اس واسطے کہ اس پر تنوین ہے۔ پس چاہیے کہ اسم ہو نہ فعل۔ اور بہ اتفاق فعل ہے، پس فعل بھی ہو اور نہ ہو، یہ خلف ہے۔ اور خصم کو بھی اس مثال مذکور میں پہنچتا ہے کہ 'مقدمۂ معینہ' یا 'غیر معینہ' پر 'منع' نہ کرے، بلکہ کہے، اگرچہ دلیل تمھاری دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ 'صہ' اسم ہے لیکن میرے پاس بھی ایک دلیل ہے، کہ وہ دال ہے اس بات پر کہ 'صہ' اسم نہیں ہے۔ اس واسطے، کہ اسم اس کو کہتے ہیں کہ معنی اس کے [کا] کسی ایک زمانۂ ثلثہ پر مشتمل نہ ہووے اور 'صہ' مشتمل ہے۔ پس 'صہ' اسم نہیں ہے۔ اس ہنگام، مُعَلِّل، خصم کے ساتھ اس گفتگو میں درپیش آوے کہ خصم اس کے ساتھ اصل دلیل میں درپیش آیا تھا۔ مثلاً، کہے کہ نہیں تسلیم کرتے ہیں ہم اس بات کو، کہ جو مقترن تین زمانے کے ایک زمانے سے ہو، وہ اسم نہ ہو۔ اس باعث کے کہ جو لفظ بہ وضع اول، مقترن زمانے کے ہو وہ اسم نہیں ہے اور 'صہ' وضع اول میں مقترن ان تینوں سے کسی کو نہیں ہے، بلکہ وضع ثانی میں اقتراں آیا ہے۔ پس 'صہ' اسم ہے نہ فعل۔

یہ کتاب آٹھویں تاریخ اپریل کی، بندۂ درگاہ، نہال چند کے خط سے، بموجبِ حکم، صاحبِ والا مناقب، فیاضِ زمان، دست گیرِ درماندگان، جوناتھن لوِٹ صاحب بہادر دام اقبالہٗ کے، تمام ہوئی۔

فرہنگ:

فرہنگ کی تیاری میں عام طور پر فرہنگ عامرہ، فرہنگ آصفیہ اور جامع اللغات سے مدد لی گئی ہے۔ جہاں منطق و مناظرہ سے متعلق کسی مخصوص اصطلاح کی تعریف درج کی گئی ہے، حوالہ دے دیا گیا ہے۔

اِجلال: بزرگی، شکوہ، منزلت

بَدُو: آغاز، ابتدا

بَدِیہیّات: وہ چیزیں جو دلیل کی محتاج نہ ہوں، جانی بوجھی ہوئی پیشِ نظر اشیا

بسان: مانند، کی طرح

بہرہ: فائدہ، نصیبہ

تَدَرُو/تذرو: نہایت خوب صورت مرغ صحرائی

تسلسل: اس کی دو اقسام ہیں۔ تسلسل مطلق: امورِ غیر متناہیہ کا مرتب ہونا۔ تسلسل محال: امورِ غیر متناہیہ کا مجتمع الوجود ہونا۔[۱۵]

خُدیو/خَدیو/خِدیو: بادشاہ

خَلف: پیچھے

خصم: مخالف

خصومت: مخالفت

دُرج: جواہرات کا صندوقچہ

دلیلِ اِنّی: متعلق بہ اِنّ: ہونا، تحقیق، شدن

دلیلِ لمی: متعلق بہ لم: کیوں، کس واسطے، علّت، سبب، حجت، اعتراض

دور: ایک چیز کا موقوف ہونا ہے دوسری چیز پر کہ وہ دوسری چیز اس پہلی چیز پر موقوف ہو۔ بشرطے کہ جہتِ توقف ایک ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ دور بلاواسطہ: اسے دور مصرح بھی کہتے ہیں۔

۲۔ دور بالواسطہ: اسے دور مضمر بھی کہتے ہیں۔[۱۶]

دَیہیم: تاج

زُبدہ/زَبدہ: سر آمد، ممتاز

سِپہر: آسمان

سُمُوّ: بلندی، رفعت

صَواب: راست، درست، ٹھیک

ظنّیات: قیاس اور گمان پر مبنی اشیا

عُملان: سمندر

فُتوّت: جواں مردی، مروّت

قیاس: اس قول کو کہتے ہیں جو چند ایسے قضایا سے مرکب ہو کہ اگر ان قضایا کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک اور قضیہ کو تسلیم کرنا لازم آئے۔ قیاس کی دو قسمیں ہیں: قیاس اقترانی، قیاس استثنائی۔[۱۷]

قیاسِ استثنائی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ اپنے مادّہ اور اپنی ہیئت کے ساتھ مذکور ہو۔

قیاسِ اقترانی: وہ قیاس ہے جس میں نتیجہ صرف اپنے مادّے کے ساتھ مذکور ہو۔[۱۸]

کہ و مہ: خاص و عام، بڑا چھوٹا

کیاسَت: دانائی، فراست، زِیرکی

گیہان: دنیا، جہان

لاأُحصی: میں احاطہ نہیں کر سکتا

لا نُسَلِّم: میں تسلیم نہیں کرتا

لم یزَل: بے زوال، ہمیشہ

مالاینحل: ناقابلِ حل

مانع: منع کرنے والا

مبیَّن: بیان کیا ہوا

متخاصمین: باہم اختلاف رکھنے والے

مُستدِل: دلیل چاہنے والا

مُستلزِم: لازم پکڑنے والا

مُعارضہ: برابری کرنا

مُعلِّل: سبب کہنے والا

مُناقِض: مخالف، توڑنے والا

مُناقَضہ: باہمی جھگڑا

منع: باز رکھنا، روکنا

مُہم: کارِ نمایاں

نافی: نفی کرنے والا

حوالہ جات:

۱۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام، اسباب، خدمات، اثرات پر کیے گئے کاموں کی ابتدا تھامس روبک سے ہوئی۔ بیسویں صدی میں اس روایت کا آغاز سید محمد سے ہوا۔ بعدازاں عتیق صدیقی، وقار عظیم، عبیدہ بیگم، جاوید نہال، سمیع اللہ، راجندر ناتھ شیدا، لکشمی ساگروار شنے، صدیق الرحمن قدوائی، سِسِر کمار داس نے بھی کالج کے بارے میں عمدہ کام ترتیب دیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

سمیع اللہ۔ فورٹ ولیم کالج ایک مطالعہ۔ فیض آباد، ۱۹۸۹ء۔

سید محمد۔ ارباب نثر اردو۔ مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۷ء۔

شیدا، راجندر ناتھ۔ وثائق فورٹ ولیم کالج۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء۔

عبیدہ بیگم۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات۔ نصرت پبلشرز، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء۔

نادم ستیاپوری۔ فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی۔ ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۵۹ء۔

وقار عظیم۔ فورٹ ولیم کالج تحریک اور تاریخ۔ الوقار پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء۔

محمد عتیق صدیقی۔ گلکرسٹ اور اس کا عہد۔ انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء۔

لکشمی ساگروار شنے۔ فورٹ ولیم کالج۔ الٰہ آباد یونیورسٹی، الٰہ آباد، سنہ ندارد۔

جاوید نہال۔ بنگال کا اردو ادب (انیسویں صدی میں)۔ دوسری اشاعت، عثمانیہ بک ڈپو، کلکتہ، ۱۹۸۴ء۔

Thomas Roebuck. The Annals of the College of Fort William, Calcutta, Hindoostani Press, 1817.

Sadiq-ur-Rahman Kidwai. Gilchrist and the language of Hindustan. New Delhi, Rachna Prakasahn, 1972.

Sisir Kumar Das. Sahibs and Munshis, an Account of College of Fort William. Orion Publications, New Delhi, 1960.

Ateeq Siddiqi. Origins of Modern Hindustani Literature. Naya Kitab Ghar, Aligarh, 1963.

۲۔ دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے:

تاریخ ادب اردو، جلد سوم، جمیل جالبی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۸۲-۵۷۹ (فصل دوم: پندرھواں باب)

کلکتہ میں اردو کے نادر ذخائر، ایشیاٹک سوسائٹی اور نیشنل لائبریری کے اردو مخطوطات، معین الدین عقیل، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۹ء

3. https://memoryns.ca/lovett-jonathan-henry-1779-1805 (Accessed: Aug. 19, 2023)
https://www.ancestry.com/genealogy/records/jonathan-henry-lovett-24-3m6787 (Accessed: Aug. 19, 2023)
A Voyage to India 1796-1797, the Sea Journal of Jonathan Henry Lovett, Editor; Carl Anderson, Lulu Press, Inc., Raleigh, NC, US, 2014, p 10

4. A Voyage to India 1796-1797, the Sea Journal of Jonathan Henry Lovett, p 10

5. Annals of the College of Fort William, p 16, 21, 33

6. Annals of the College of Fort William, pp 23-24, pp 32-33
   Primitae Orientals, Vol. II, Containing the Theses in the Oriental Languages pronounced at the Public Disputations on the 20th September 1804, (Calcutta: 1804), p xix
7. Annals of the College of Fort William, pp 14-15
   Primitae Orientals, Vol. III, p 3
8. Essays by the Students of the College of Fort William in Bengal, 1802, Calcutta, 1802, pp 145-182
9. https://findingaids.library.dal.ca/lovett-jonathan-henry-1779-1805
   (Accessed: Aug. 19, 2023)
10. Sahibs and Munshis, an Account of College of Fort William. p 16

۱۱۔ 'مذہب عشق'، مرتبہ خلیل الرحمان داؤدی۔ مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۱ء۔

نہال چند لاہوری سے صرف ایک نثری تالیف 'مذہب عشق' (۱۸۰۳ء) یادگار ہے۔ نہال چند کا فورٹ ولیم کالج سے براہ راست ملازمت کا تعلق نہیں تھا مگر 'مذہب عشق' کی تالیف کی فرمائش گلکرسٹ نے ہی کی تھی۔ لہٰذا نہال چند نے عزت اللہ بنگالی کے فارسی قصے تاج الملوک و بکاولی کو ترجمے کے لیے منتخب کیا۔ نہال چند کے سوانحی حالات اسی قدر دستیاب ہیں جس قدر انھوں نے 'مذہب عشق' کے آغاز میں بیان کیے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے اور پھر لاہور میں بس گئے۔ لاہور کی مناسبت سے لاہوری نام کا جزو بن گیا۔ لاہور سے کلکتہ آئے اور ڈیوڈ رابرٹ سن کے توسط سے گلکرسٹ تک پہنچے۔ سنین ولادت و وفات دونوں نامعلوم ہیں۔ 'مذہب عشق' اپنے قصے کے باعث کثیر الاشاعت کتب میں شامل رہی ہے۔ جمیل جالبی کے مطابق مطبع نول کشور سے ۱۹۵۳ء میں اس کا ۳۸واں ایڈیشن شائع ہوا۔ (تاریخ ادب اردو، جلد سوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۴۹۰)

۱۲۔ امکان ہے کہ یہ نواب تفضل حسین خان، وہی ہوں جو آصف الدولہ کے دورِ حکمرانی کے اواخر میں لکھنؤ میں عہدۂ نیابت پر متعین تھے۔ ان کا انگریزوں سے قدیمی تعلق تھا اور کلکتہ میں بھی خاصا عرصہ انگریز حکام کے ساتھ گزار چکے تھے۔ ان کے احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: 'سوانح سلاطین اودھ'/ 'تواریخ اودھ'، (جلد اول) سید کمال الدین حیدر، کان پور، مطبع نول کشور، ۱۹۰۷ء، ص ۱۲۰۔۱۱۶

۱۳۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:
   https://www.iranicaonline.org/articles/jorjani-zayn-al-din-abul-hasan-ali
   (Accessed on Aug. 23, 2023)

14. Encyclopedia Britannica, 15th Edition, Chicago, Encyclopedia Britannica Inc., 1992, Vol. 6, p 660
    See also: https://www.britannica.com/biography/al-Jurjani (Accessed on Aug. 23, 2023)

۱۵۔ اغراض قطبی، محمد یوسف القادری، شبیر برادرز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۹۴۔۹۳

۱۶۔ ایضاً، ص ۹۳

۱۷۔ اغراض مرقات، محمد یوسف القادری، شبیر برادرز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۲

۱۸۔ توشیح التہذیب، عبدالرحمان بقاغازی پوری، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی، سن ندارد، ص ۱۵۱

Abstract

Fort William College, Calcutta was not just a college where the officers of EIC were educated but it was an institution which set the tradition of enlightenment for the Urdu prose especially. Along with the syllabus books, students of oriental languages pursued the ways by which they could learn more than routine scheme of syllabus. For this purpose native teachers were appointed for their tuition and coaching. Although Mazhar Ali was Munshi in the Persian Department but also associated with a student Jonathan Lovett of the same department. Mazhar Ali also translated a brief journal in Urdu on the request of his student under the title of *Risālah Munāzarah Mir Sayyid Sharif* in 1802 or 1803. This journal focuses on the concerns of Logic and on the rules of *Munāzarah* (argumentation/ debate). Unfortunately this journal was never published, neither from the Fort William College nor by an individual.

In this article, for the first time, the critical text of this journal is presented along with a brief introduction of Jonathan Lovett and Mazhar Ali. A glossary of some terms and words is also including at the end of the article.

Keywords: Mazhar Ali, Jonathan Lovett, Mir al-Sharif al-Jurjani,
Fort William College, Calcutta